مولانا عبدالرشید ارشد

ما پدر گم کردہ ایم

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجھ جیسے جاہل اور بے عمل شخص کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ لیکن روایتی بڑھیا کی طرح کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں سوت کی اٹی لے کر شامل ہوگئی تھی۔ کافی دنوں کے غور وخوض کے بعد اس خیال سے کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ ایک عاشق رسول، محدث کبیر اور علم وعمل کے مجسمہ کے متعلق کچھ لکھ کر مضمون نگاروں میں شامل ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور گمان یہ ہے کہ دوسرے نیک حضرات کی صف میں کھڑا ہونا خدا کو پسند آئے گا اور قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کبریٰ میں شاید اس گنہگار کی سفارش بھی ہوجائے کہ یہ بھی ہمارے محبؒ کے متعلق لکھنے والوں میں شامل ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے ان نامور علماء محققین میں سے ہیں، جن پر نہ صرف برصغیر بلکہ پورا عالم اسلام بجا طور پر فخر وناز کرسکتا ہے۔ آپ اس صدی کے سب سے بڑے محدث علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اخص الخواص شاگردان رشید میں سے تھے، بلکہ بعض معاملات اور خصوصیات کے اعتبار سے اپنے نامور استاد سے خصوصی نسبت رکھتے تھے۔ کئی سال کا عرصہ اپنے مشفق استاد کے ساتھ گذارا اور چھ ماہ کا عرصہ تو ایسا گذرا کہ سوائے دوتین گھنٹہ آرام کے آپ کا ہر لحہ حضرت استاد کے لئے وقف تھا۔ اور حضرت علامہ کو بھی اپنے اس یوسف سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا مرحوم حضرت استاد کی خدمت، پھر اپنے علمی مشاغل کی وجہ سے رات دیر تک جاگتے۔ لہذا صبح فجر کی نماز کے بعد علامہ کے اشغال واوراد کے وقت سوجاتے۔ حضرت علامہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے مولانا کو ایک دن فرمایا کہ: میں فجر کی نماز کے بعد تمہیں فلاں کتاب پڑھایا کروں گا۔ منشا اسکا یہ تھا کہ مولانا صبح کو سویا نہ

کراپنے معاش سے مطمئن ہوسکیں۔حضرت مولانا بھی ڈھاکہ گئے۔وہاں رات کوانہوں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کےفرش پر بہت جلی حروف میں...... **النجاة فی علوم المصطفیٰ**......لکھا ہوا ہے۔مولانا اس کو پڑھتے ہیں اور ساتھ خواب ہی میں بلند آواز سے اس جملہ کے ساتھ''**سید السادات**'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ صبح کو مولانا نے اجلاس میں شرکت نہ فرمائی اور کراچی واپس تشریف لے آئے اور اپنے مدرسہ کی سند میں ان الفاظ کا اضافہ کردیا۔

ان کے تبحر علمی اور سرچشمہ ہدایت قرآن مجید سے ان کی گہری وابستگی اور اس کے علوم ومعارف کو صحیح طریق سے اشاعت کرنے کی لگن کے سلسلہ میں ایک واقعہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے......اور وہ یہ کہ مصر کے ایک بہت بڑے عالم علامہ طنطاوی مرحوم نے پندرہ سولہ جلدوں میں قرآن پاک کی ایک تفسیر بنام''جواہر القرآن'' لکھی ہے، جسے اس دور کی تفسیر کبیر کہا جاتا ہے۔اس تفسیر میں انہوں نے عام متنورین کی طرح اس بات پر بہت بحث کی کہ قرآن تمام علوم جدیدہ کا ماخذ اور سرچشمہ ہے۔سائنس، فلسفہ جدیدہ اور فلکیات وغیرہ کے علوم کو قرآن پاک سے ظاہر کرنے یا نکالنے کی کوشش کی ہے۔حضرت مولانا نے جب یہ تفسیر پڑھی تو ان کو بہت دکھ ہوا کہ قرآن پاک کو ان علوم کا رہنما و مبلغ ثابت کرنے کی کوشش کرنا بہرحال قرآن پاک کے مقاصد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید کا مرکزی نقطہ انسانی ہدایت ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کو پہچان کر عبودیت وعبدیت کی راہ اختیار کر کے عبادت کا حق ادا کرے اور یہ دنیا کہ جسے حدیث میں آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔اس پر رہ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر کے ذخیرہ آخرت جمع کیا جائے۔اور اگر انہی امور کی طرف توجہ دلانے کے لئے قرآن مجید میں بحر و بر، شمس وقمر کو یا کواکب وجبال اور اشجار واحجار اور دوسری معدنیات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے تو ان اشیاء کی تخلیق اور حرکات وسکنات اور گردش یا تسخیر شمس وقمر کو وجود باری تعالیٰ کے اثبات اور عقیدہ توحید کے دلائل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، نہ کہ سائنسی علوم وفلسفہ وغیرہ میں رہنمائی کے لئے۔اس تفسیر کا بلاد اسلامیہ میں بہت شہرہ ہوا۔حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عزم فرمایا کہ علامہ طنطاوی کو ان کے اس فکر ونظر کی غلطی اور اس کے عواقب ونتائج سے آگاہ کیا جائے۔لیکن علامہ طنطاوی اہل زبان اور مصر کے مایہ ناز عالم تھے اور حضرت مولانا عجمی اور پھر ان دنوں ابھی جوان تھے۔چنانچہ ان دنوں تائید ایزدی کے حصول کے لئے پہلے مہبط وحی ام القریٰ یعنی مکہ معظّمہ میں حاضری دی اور خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر ملتزم سے لپٹ کر رو رو کر (کہ اجابت دعا کا مقام ہے) دعا کی کہ یا اللہ! تیرے قرآن کی خاطر علامہ طنطاوی سے گفتگو کرنے جارہا ہوں۔شرح صدر عطا فرما۔اور اس کے بعد قاہرہ جاکر علامہ طنطاوی سے مفصل گفتگو کی۔علامہ طنطاوی باوجود علامہ فہامہ ہونے کے سلیم الطبع تھے اور اپنی غلطی کے اعتراف واقرار سے انہیں اپنا وقار یا علم مجروح ہوتا نظر نہیں آتا تھا، جیسا کہ آج کل کے متجددین

کا وطیرہ ہے۔ انہوں نے قصورِ فہم کا اعتراف کیا اور وہ بار بار اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جاتے تھے اور تحیر انگیز لہجے میں بار بار فرماتے تھے۔ اب آپ سے اس حدیث کا مطلب سمجھا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ: لست بعالم هندی بل انت ملک نزل من السماء لا صلاحی۔ آپ ہندی عالم نہیں ہیں' بلکہ آپ تو فرشتہ ہیں، جو میری اصلاح کے لئے آسمان سے اترے ہیں۔''

اور وہ خیال فرمارہے تھے کہ ہندوستان کے سب سے بڑے عالم سے محوِ گفتگو ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ تھا کہ ان دنوں حضرت بنوری کے کئی اساتذہ بقیدِ حیات تھے کہ حضرت مولانا کے مقابلے میں اپنے آپ کو شاید ان کی جوتوں کی خاک کے برابر بھی درجہ نہ دیتے ہوں۔

حضرت مولانا جس قبیلہ عشاق سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کا ایسے ہی انداز میں احترام کرتے تھے اور ایسا کرنے میں شاید مبالغہ بھی نہ ہو کہ ان حضرات کے اساتذہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی لوگ تھے۔ میں نے اپنے کانوں سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خطبہ جمعہ میں سنا کہ آپ بادیدۂ تر فرمارہے تھے کہ میں جب اپنی داڑھی میں کنگھی کیا کرتا تھا تو جو بال اکھڑتے تھے، ان کو جمع کرتا جاتا تھا اور خیال یہ تھا کہ جب کافی ہو جائیں گے تو پھر اس طرح کا ایک جوتا بنواؤں گا کہ جیسا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پہنتے تھے اور اس جوتے میں یہ بال سلواؤں گا۔ اور احمد علی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ جوتا پہن لیتے تو احمد علی کی نجات کے لئے کافی ہوتا..... یاد رہے کہ حضرت لاہوری نہ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے نہ مرید، اور نہ ہی حضرت مدنی کے سلسلہ کے شیوخ کے مرید، بلکہ آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل عقل کے لئے یہ باتیں دیوانگی کی باتیں ہوں گی۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو بقول اقبال:

ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

حاصل کلام یہ کہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں علم وعمل کا ایک ایسا مرقع، تقویٰ وطہارت کا ایسا مجسمہ، زہد وقناعت اور توکل علی اللہ کا ایک ایسا پیکر اور اطاعت خدا اور سنت رسول کا ایسا وجود تھے کہ ان کی مثال اب ڈھونڈے سے نہیں ملے گی اور کم از کم ہم اپنی آنکھوں سے ایسا شخص دوبارہ نہیں دیکھ پائیں گے۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے